سوال

(127) کیا مردے سنتے ہیں؟ نبی ﷺ پر درود بھیجنا اور تعویذ لٹکا وغیرہ

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

1۔ موجودہ دور کے فرقوں شیعہ (خمینی کے نظریات کے حامل) بریلوی (احمد رضا خان بریلوی کے نظریات کے حامل) دیوبندی (محمد قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، زکریا کاندھلوی، تبلیغی نصاب کے مصنف کے نظریات کے حامل) اہل حدیث (میاں نذیر احمد دہلوی، عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ کے نظریات کے حامل) مرزائی (مرزا غلام احمد قادیانی کے نظریات کے حامل) کو آپ کافر و مشرک مانتے ہیں یا مسلم؟

2۔ ایک ہندو کو مسلمان کرتے وقت عہد لیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسری ہستی پوجا کے لائق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اب اگر وہ ہندو زبانی عبادت اس طرح شروع کردے کہ یا کرشن مدد کر، یا علی مدد فرماؤ۔

تو وہ ان ہستیوں کو الٰہ مان کر ان کی عبادت کرتا ہے۔ اس طرح پھر وہ اپنے مذہب کی طرف عہد توڑ کر لوٹ جاتا ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر و مشرک بن جاتا ہے۔ کیا موجودہ فرقے شیعہ، بریلوی اور دوسرے ان کو مسلمان ماننے والے کافر و مشرک نہیں ہوتے؟

3۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ان فرقوں میں صحیح العقیدہ لوگ بھی ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ تو بتائیں کہ شیعہ میں کون سا گروہ یا عالم ایسا گزرا ہے جو صحیح العقیدہ تھا یا موجودہ دور میں موجود ہے۔ اسی طرح بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث کے صرف ایک ایک گروہ یا عالم کا نام لکھ دیں؟

4۔ بقول آپ کے درود نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتا ہے، درود ایک عبادت ہے۔ دعائیہ عمل ہے، سورۂ الشوریٰ آیت نمبر: ۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں۔ درود پڑھتے وقت بھی ہم دعا اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ! محمد ﷺ پر رحمتیں نازل فرما۔ تو فرشتے ہماری اس دعا کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے رسول ﷺ کے حضور کیوں پیش کرتے ہیں؟ کیا وہ (فرشتے) عربی سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال نبی ﷺ کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور یا آپ نبی ﷺ کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں؟

5۔ فتاویٰ نذیریہ صفحہ نمبر: ٦٠٧، حصہ اول، مطبوعہ اہل حدیث اکادمی، لاہور۔ میں میاں نذیر دہلوی لکھتے ہیں کہ نبی a نے فرمایا کہ: ''قبر پر پڑھا جانے والا دُرود میں خود سنتا ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر، پ: ۲۲، سورۂ احزاب)

[''یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ محمد بن مروان سدی صغیر متروک ہے۔''] اس حدیث کو وہ صحیح مان کر کہتے ہیں کہ نبی ﷺ قبر پر پڑھا جانے والا درود سنتے ہیں اس طرح سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اسے رحمۃ اللہ علیہ کہیں گے یا نہیں؟ اسی طرح وحید الزمان صاحب (اہل حدیث کے پیشوا حافظ ابن قیم نے صراحتاً سماع موتی کو ثابت کیا ہے اور بے شمار حدیثوں سے، جن کو امام سیوطی نے شرح الصدور میں ذکر کیا ہے، مردوں کا سماع ثابت ہوتا ہے اور سلف کا اس پر اجماع ہے۔ صرف عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کا انکار منقول ہے اور ان کا قول شاذ ہے۔ جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ معراج ایک خواب تھا۔) ایسے سماع موتٰی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟

القرآن : ...

''آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ۔'' [النحل : ۸۰]

''اللہ جسے چاہتا ہے ، سنوا تا ہے ، مگر (اے نبی !) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں ۔'' [فاطر : ۲۲]

''یعنی اس شخص سے زیادہ گمراہ اور کون ہے جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو آواز دے ۔ حالانکہ وہ قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے ۔ وہ تو ان کی پکار ہی سے غافل ہیں ۔'' [الاحقاف : ۶،۵] سماع موتیٰ کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا ۔

6 ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ : تم دونوں مجھے رات بھر گھماتے پھراتے رہے ... میں جبریل ہوں اور یہ میرے ساتھی میکائیل ہیں ۔ ذرا اپنا سر اوپر تو اٹھائیے ۔ میں نے اپنا سر اٹھایا تو میں نے اپنے سر کے اوپر بادل سا دیکھا ۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ آپ کا مقام ہے ۔ میں نے (نبی ﷺ) نے کہا مجھے چھوڑ دو ۔ میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں ۔ ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے ، جس کو آپ نے پورا نہیں کیا ہے ۔ اگر آپ ﷺ اس کو پورا کر لیں تو اپنے اس گھر میں آجائیں ۔ صحیح بخاری جلد اول ، صفحہ نمبر : ۱۸۵ مطبوعۃ دہلی بقول آپ کے نبی a مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں ، لیکن بخاری صفحہ نمبر : ۶۴۰ ، ۵۱۷ میں درج ہے کہ نبی کی وفات کے موقع پر عمر b کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم ! نبی کی وفات نہیں ہوئی ۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کی قسم ! میرے ذہن میں یہی بات آئی اور عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور زندہ کرے گا ... پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے ... اس ذات کی قسم ! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ اللہ آپ کو دو موتوں کا مزہ نہ چکھائے گا ، پھر وہ باہر نکل گئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے قسم کھانے والے ! اتنی تیزی نہ کر ... حمد و ثناء کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سن رکھو تم میں سے جو محمد ﷺ کی بندگی کرتا تھا ، اسے معلوم ہو کہ محمد ﷺ وفات پا گئے ہیں ... اس کے بعد سورۃ آل عمران آیت : ۱۴۴ تلاوت فرمائی ... عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ ! جس دم میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس آیت کی تلاوت کرتے سنا تو گھٹنوں کے بل گر پڑا اور ایسا بے دم ہوا کہ میرے پاؤں مجھے سہارا نہ دے سکے ، یہاں تک کہ میں زمین کی طرف جھک گیا ۔ جس وقت مجھے یہ یقین ہو گیا کہ اللہ کے نبی a وفات پا گئے ہیں ۔ ترجمہ عبارت صفحہ : ۵۱۷ ، جلد اول ، صفحہ ۶۴۰ ، جلد دوم ، صحیح بخاری مطبوعہ دہلی ۔ درج بالا دونوں حدیثوں کے مطابق آپ کا قول نہیں ہے ، وضاحت کریں ؟

القرآن : ... ''آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں ۔'' [الزمر : ۳۰]

جب سارے صحابہ کا اجماع ہو گیا کہ نبی ﷺ کو موت آچکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے ۔ تو آپ نبی ﷺ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں ؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول کو زندہ درگور کیا ؟

7 ۔ قرآن میں دو زندگیوں اور دو موتوں کا ذکر ہے ، پورے قرآن میں مرنے والے کو مردہ اور جان کی رمق نہ رکھنے والا قرار دیا گیا ہے آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے ؟ [النحل : ۲۱]

8 ۔ صحیح مسلم ، جلد دوم ، صفحہ نمبر : ۳۶ ۔ ۱۳۵ ، مطبوعہ دہلی کی حدیث کے مطابق شہداء کی روحوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹایا گیا ۔ اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں ۔ قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے ۔ آپ کے پاس روح لوٹائے جانے کی کوئی دلیل ہے ۔ اسے بحوالہ پیش کریں ؟

9 ۔ کسی تعویذ پہننے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پہنا ہے تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی ، تکلیف دور ہو گی ، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا ۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے ۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی رہنمائی کرتا ہے کہ : ''جس نے تعویذ لٹکایا ، اس نے شرک کیا ۔'' (مسند احمد ، ص : ۱۵۶ ، جلد چہارم) اس میں نبی ﷺ نے قرآنی تعویذ یا غیر قرآنی تعویذ کا کوئی ذکر نہیں کیا ۔ نہ ہی پوری زندگی آپ ﷺ نے کوئی تعویذ بتایا ۔ آپ اس کو شرک کہتے ہیں یا بدعت ؟

10۔ ''اے نبی! اعلان فرمادیجیے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اسی دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا صلہ اور مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔'' [سورۂ سبا آیت نمبر: ۴۷] آپ کی جماعت بھی دینی اُمور پر اجرت لیتی ہے۔ آپ اس قرآنی آیت کو کس طرح بیان اور عمل کب کریں گے؟

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

1۔ غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے کافر ہیں۔ باقی جن گروہوں کا آپ نے تذکرہ فرمایا ان میں سے جن افراد میں کفر و شرک پایا جاتا ہے وہ کافر و مشرک ہیں اور جن افراد میں اسلام و توحید پائے جاتے ہیں وہ مسلم و موحد۔ آپ نے سوال میں جماعت المسلمین رجسٹرڈ کراچی والی کا ذکر نہیں فرمایا۔ جس کے امیر و بانی سید مسعود بی ایس سی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ آخر کیا وجہ ہے؟

2۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو الٰہ مان کر اس کی عبادت و پوجا کرنے والا کافر و مشرک ہے، خواہ وہ اپنے آپ کو اہل حدیث و اہل سنت کہلائے، خواہ دیوبندی، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ، خواہ جماعت المسلمین، خواہ تنظیم المسلمین خواہ کچھ اور۔

3۔ امام مسلم ہو، کافر یا مشرک نہ ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست ہے، خواہ وہ دیوبندی ہو، خواہ بریلوی، خواہ شیعہ خواہ کوئی اور۔ امام مسلم نہ ہو، کافر یا مشرک ہو تو اس کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ خواہ وہ اہل حدیث ہو، جماعت المسلمین ہو، خواہ کوئی اور۔ باقی رہی یہ بات کونسا امام مسلم ہے کافر یا مشرک نہیں اور کونسا امام کافر یا مشرک ہے مسلم نہیں یہ میرا کام نہیں یہ کسی کی اقتداء میں نماز پڑھنے والے کا کام ہے۔

4۔ آپ لکھتے ہیں: ''بقول آپ کے درود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش ہوتا ہے۔'' تو محترم آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا درود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کیا جاتا ہے۔ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سناتے ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی میں ہے:

عَنْ أَوْسِ بْنِ أَوْسٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: «إِنَّ مِنْ أَفْضَلِ أَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ قُبِضَ، وَفِيهِ النَّفْخَةُ، وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثِرُوا عَلَيَّ مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ۔ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرِمْتَ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: بَلِيتَ۔ قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ»

(ابن ماجة کتاب الجنائز باب ذکر وفاته ودفنه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابوداؤد، المجلد الأول کتاب الصلوٰة باب تفریع أبواب الجمعة، نسائی کتاب الجمعة باب إکثار الصلاة علی النبی یوم الجمعة)

[''اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے افضل دنوں میں سے جمعہ کا دن بھی ہے، اسی میں آدم کو پیدا کیا گیا اور اسی میں وہ فوت ہوئے اسی میں صور کی آواز اور بیہوش کن آواز ہوگی۔ پس تم اس دن میں مجھ پر درود کی کثرت کیا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔'' اوس رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگوں نے سوال کیا ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بوسیدہ ہو چکے ہوں گے۔ اوس نے کہا: أَرِمْتَ کا معنی بَلِيتَ ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کے اجسام حرام کر دیئے ہیں۔''] شیخ البانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے۔ دیکھیں: ''صحیح نسائی، کتاب الجمعة، باب اکثار الصلاة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الجمعة، حدیث نمبر: ۱۳۰۱'' پھر اُمتیوں کے دُرود و سلام کے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پیش کیے جانے کا مطلب و مفہوم دوسری احادیث میں مذکور ہے۔ چنانچہ نسائی اور دارمی میں ہے:

عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ : «إِنَّ لِلّٰہِ مَلاَئِکَةً سَیَّاحِینَ فِی الْأَرْضِ یُبَلِّغُونِی مِنْ أُمَّتِی السَّلاَمَ»

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں چلتے ہیں مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں ۔'']

اس حدیث کو بھی شیخ البانی رحمہ اللہ تعالی نے صحیح نسائی میں درج فرمایا ہے ۔ دیکھیں : ''صحیح نسائی باب السلام علی النبیA ، حدیث نمبر : ۱۲۱۵''

نیز ابوداؤدواخرج میں ہے :

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ یَقُولُ : «لاَ تَجْعَلُوا بُیُوتَکُمْ قُبُورًا ، وَلاَ تَجْعَلُوا قَبْرِی عِیدًا ، وَصَلُّوا عَلَیَّ فَإِنَّ صَلاَتَکُمْ تَبْلُغُنِی حَیْثُ کُنْتُمْ»

[''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :اپنے گھروں کو قبریں مت بناؤ اور میری قبر کو میلہ مت بناؤ ۔ اور مجھ پر درود پڑھو ، کیونکہ تم جہاں بھی ہوگے تمہارا درود مجھے پہنچے گا ۔''] حدیث نمبر : ۲۰۴۲

تو دُرود و سلام کے رسول اللہ ﷺ پر پیش ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے خود ہی تشریح فرمادی کہ دُرود و سلام رسول اللہa کو پہنچ جاتا ہے ۔ دُرود و سلام بھیجنے والا امتی خواہ کہیں بھی ہو ۔

میت کے لیے ہم دعائیں کرتے ہیں نمازِ جنازہ میں بھی اور نمازِ جنازہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً فوت شدہ مسلمانوں کے لیے دعائیں کی جاتی ہیں تو یہ دعائیں اللہ کے فضل و کرم سے ان کو پہنچتی ہیں ۔ پھر ہم بذریعہ خط و کتابت یا بذریعہ دوست و احباب دوسروں کو سلام دعاء پہنچاتے رہتے ہیں تو یہ سلام دعاء بھی ان تک پہنچ جاتے ہیں ۔ دیکھئے آپ اپنا یہ مکتوب جس میں آپ کا میری طرف سلام بھی درج ہے ، مجھ پر پیش کیا تو وہ مجھ پر پیش ہوگیا ہے تو آپ غور فرمائیں اگر کوئی فرمائے : ''بقول آپ کے کسی بھائی یا دوست کو بھیجے ہوئے سلام دعاء اس پر پیش کیے جاتے ہیں تو اس کو پہنچ جاتے ہیں ۔ دعاء و سلام ایک عبادت ، دعائیہ عمل ہے سورۂ الشوریٰ آیت نمبر : ۵۳ کے تحت تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں ۔ دعاء و سلام کسی کو بھیجتے وقت بھی ہم دعاء اللہ کے حضور کرتے ہیں کہ اے اللہ ! ہمارے فلاں بھائی یا دوست پر سلامتی نازل فرما تو سننے والے اس دعاء کو اللہ کی بارگاہ کی بجائے ہمارے فلاں دوست یا بھائی کے حضور پیش کردیتے ہیں ۔ کیا یہ ہمارے دعائیہ کلمات سلام ودعاء سننے والے ہمارے بھائی دعاء سلام دوسروں تک پہنچانے والے عربی ، اُردو ، انگریزی وغیرہ سے ناواقف ہیں یا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ کچھ اعمال ہمارے دوستوں اور بھائیوں کے حضور پیش ہوتے ہیں اور کچھ اللہ کے حضور یا آپ اپنے دوستوں اور بھائیوں کو معبود سمجھ کر ان کے حضور اعمال پیش ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں ۔ '' تو آپ کا کیا جواب ہوگا ؟

آپ کے مکتوب میں جہاں کہیں نبی کریم ﷺ کا نام نامی اور اسمِ گرامی کسی بھی صورت میں ذکر ہوا تو آپ نے (ﷺ) لکھا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نہیں لکھا ۔ اس لیے اس فقیر الی اللہ الغنی آپ کی عبارت نقل کرتے وقت آپ کا لکھا ہوا (ﷺ) ہی نقل کردیا ہے ۔ ورنہ میں آپ ﷺ کے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے کا قائل و فاعل ہوں ۔ امید ہے آپ محسوس نہیں فرمائیں گے ۔

پھر سورۂ الشوریٰ کی محولہ بالا آیت کریمہ کے الفاظ : أَلاَ إِلَی اللّٰہِ تَصِیرُ الْأُمُورُ(۵۳) اس کا ترجمہ و مطلب آپ نے لکھا ہے : ''تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں ۔'' جبکہ قرآنِ مجید کی اس آیت کریمہ کی ہم معنی و مطلب دیگر آیات کے الفاظ ہیں : وَإِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ(۱۰۹) ''اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں ۔'' وَإِلَیْہِ یُرْجَعُ الْأَمْرُ کُلُّهُ آپ ذرا مزید غور فرمالیں ۔

پھر ان آیات کریمہ میں اعمال کی کوئی تخصیص نہیں ۔ آخرت کی بھی کوئی تخصیص نہیں تو اگر کوئی صاحب ان آیات کریمہ کے عموم کو سامنے رکھتے ہوئے فرمادیں کہ جج صاحبان کے ہاں جو کاغذات پیش کیے جاتے ہیں یا دوسرے محکموں میں کاغذات وغیرہ کی جو پیشیاں ہوتی ہیں یہ سب سورۂ الشوریٰ کی آیت نمبر : ۵۳ کہ : ''تمام امور اللہ کے حضور پیش ہوتے ہیں ۔'' کے منافی و مخالف ہیں تو کیا خیال ہے آپ کی تحقیق کی رو سے ان کی یہ بات درست ہوگی ؟

5۔ سماع موتی واحیاء کے متعلق میرا عقیدہ وہی ہے جو قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح صحیح احادیث نے پیش فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''ایسے سماع موتی کے اقراری علماء کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں۔''

جواباً گزارش ہے صحیح بخاری کتاب الجنائز بابُ المَیّتِ یَسمَعُ خَفقَ النِّعَالِ میں ہے:

عَن أَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: «اَلعَبدُ اِذَا وُضِعَ فِی قَبرِہِ وَتُوُلِّیَ وَذَھَبَ أَصحَابُہٗ حَتّٰی اِنَّہٗ لَیَسمَعُ قَرعَ نِعَالِھِم أَتَاہُ مَلَکَانِ، فَأَقعَدَاہُ»

[''آپ ﷺ نے فرمایا: جب مردہ اپنی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی دفن سے فراغت کے بعد واپس ہوتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے، اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔''] (الحدیث، جلد اول، ص: ۱۷۸) صحیح بخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل میں ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

فَقَالَ عُمَرُ یَارَسُولَ اللّٰہِ مَا تُکَلِّمُ مِن أَجسَادٍ لَا أَروَاحَ لَھَا؟ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: «وَالَّذِی نَفسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ مَا أَنتُم بِأَسمَعَ لِمَا أَقُولُ مِنھُم»

[''عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ایسی لاشوں سے گفتگو کرتے ہیں جن میں روح نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے۔ میں جو باتیں کر رہا ہوں تم ان کو مردوں سے زیادہ نہیں سنتے۔''] (جلد دوم، ص: ۵۶۶) اور صفحہ: ۵۶۷ پر ہے:

عَنِ ابنِ عُمَرَ قَالَ: وَقَفَ النَّبِیُّ ﷺ عَلٰی قَلِیبِ بَدرٍ فَقَالَ: «ھَل وَجَدتُّم مَا وَعَدَ رَبُّکُم حَقًّا۔ ثُمَّ قَالَ: اِنَّھُمُ الآنَ یَسمَعُونَ مَا أَقُولُ لَھُم۔ فَذُکِرَ لِعَائِشَۃَ، فَقَالَت: اِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّھُمُ الآنَ لَیَعلَمُونَ أَنَّ الَّذِی کُنتُ أَقُولُ لَھُم ھُوَ الحَقُّ۔ ثُمَّ قَرَأَت اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی حَتّٰی قَرَأَتِ الآیَۃَ»

[''ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ نبی ﷺ بدر کے کنویں پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: تمہارے مالک نے جو تم سے وعدہ کیا تھا کیا وہ تم نے پالیا۔ پھر فرمایا: جواب میں کہہ رہا ہوں وہ سن رہے ہیں۔ یہ بات عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کی گئی تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ اس وقت وہ جانتے ہیں کہ جو میں ان سے کہتا تھا وہ ٹھیک تھا۔ پھر یہ آیت پڑھی: بے شک آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے۔'']

اب آپ ہی بتائیں کہ: ''ایسے سماع موتی کے اقراری نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتائیں کہ کیا آپ ان کے نظریات سے متفق ہیں یا انہیں قرآن وحدیث کا انکار کرنے والے مانتے ہیں؟'' یہ سارے لفظ آپ کے ہیں، صرف علماء کی جگہ پر نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی مندرجہ بالا صحیح بخاری والی دونوں حدیثوں کا تقاضا یہی ہے۔ جواب ذرا سوچ سمجھ کر ارشاد فرمانا۔

رہا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان:

اِنَّھُمُ الآنَ لَیَعلَمُونَ أَنَّ الَّذِی کُنتُ أَقُولُ لَھُم ھُوَ الحَقُّ۔ ثُمَّ قَرَأَت اِنَّکَ لَا تُسمِعُ المَوتٰی حَتّٰی قَرَأَتِ الآیَۃَ

تو اس سلسلہ میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری میں لکھتے ہیں:

"ولم ینفرد عمر ولا ابنہ بحکایۃ ذلک، بل وافقہما أبو طلحۃ کما تقدم، وللطبرانی من حدیث ابن مسعود مثلہ بإسناد صحیح، ومن حدیث عبد اللہ نحوہ، وفیہ: قالوا: یا رسول اللہ وہل یسمعون؟ قال: یسمعون کما تسمعون، ولکن لا یجیبون۔ وفی حدیث ابن مسعود: ولکنہم الیوم لا یجیبون۔ ومن الغریب أن فی المغازی لابن إسحاق روایۃ یونس بن بکیر بإسناد جید عن عائشۃ مثل حدیث أبی طلحۃ، وفیہ: ما أنتم بأسمع لما أقول منہم۔ وأخرجہ أحمد بإسناد حسن فإن کان محفوظا فکأنہا رجعت عن الإنکار لما ثبت عندہا من روایۃ ہؤلاء الصحابۃ لکونہا لم تشہد القصۃ۔ اھ"

(۷ ۳۰۴۳۰۳)

پھر حدیث میں رسول اللہa نے یہ نہیں فرمایا کہ میں ان کو سناتا ہوں یا سنا رہا ہوں بلکہ یہ فرمایا : "اِنَّھُمُ الآنَ یَسْمَعُوْنَ مَا أَقُوْلُ لَھُمْ "کہ وہ اب سن رہے ہیں جو میں ان سے کہہ رہا ہوں ۔ اور واضح ہے انہوں نے یہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہی سنا اور قرآنِ مجید میں ہے :

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَن یَشَاءُ (٢٢) (فاطر)

[’’ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے ۔‘‘] اللہ جن کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے تو قلیب بدر والوں کا رسول اللہa کی بات کو سن لینا ۔ آیت : اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ... الخ کے منافی نہیں ، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے تھا ۔

پھر ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی مسند امام احمد وغیرہ کی روایت کے مطابق قلیب بدر والوں کے رسول اللہ ﷺ کی بات کو سننے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق ان کے علم اور جاننے کو تسلیم فرما رہی ہیں اور معلوم ہے کہ علم و جاننا بھی حیات و زندگی کے بغیر تو نہیں ہو سکتا ۔

آپ لکھتے ہیں : ’’آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ۔‘‘ (النحل : ٨٠) پوری آیت اس طرح

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ (٨٠)

[’’ بے شک آپ نہ مردوں کو سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو پکار سنا سکتے ہیں ، جبکہ وہ پیٹھ پھیرے جا رہے ہوں ۔‘‘] آیت کریمہ کے آخری لفظ دلالت کر رہے ہیں کہ موتی سے جو مردے آپ سمجھ رہے ہیں ، اس مقام پر وہ مردے مراد نہیں ، کیونکہ ان میں تو اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ والا وصف موجود ہی نہیں ہوتا ۔ پھر دوسری آیت کریمہ میں وضاحت موجود ہے ۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَن یَشَاءُ (٢٢) (فاطر)

تو سورۂ نمل اور سورۂ فاطر والی آیات میں رسول اللہ ﷺ کے اسماع کی نفی ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماع کی نفی نہیں ۔ جبکہ سورۂ فاطر والی آیت میں اللہ تعالیٰ کے اسماع کا اثبات بھی موجود ہے ۔

رہی سورۂ احقاف والی آیت تو اس میں موتی یا میت یا ان کے ہم معنی کوئی لفظ صرف یہ آیا ہے :

مَن لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَائِھِمْ غَافِلُوْنَ (٥)

[’’ جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں ، بلکہ ان کے پکارنے سے بے خبر ہوں ۔‘‘] اور یہ لفظ زندہ اور مردہ دونوں کو شامل ہیں ، اگر اس سے عدم سماع موتی اخذ کیا جائے تو اس سے عدم سماع احیاء بھی اخذ ہو گا ۔ کیونکہ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ الخ ۔ دونوں کو متناول ہے ۔

پھر آپ نے ترجمہ میں لکھا ہے : ’’اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے ۔‘‘ حالانکہ استجاب یستجیب قبول کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَقَالَ رَبُّکُمُ ادْعُوْنِیْ أَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن)

[’’ اور تمہارے رب کا فرمان ہے کہ مجھ سے دعا کرو ، میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا ۔‘‘]

نیز فرمانِ رسول ﷺ ہے : یُسْتَجَابُ لِأَحَدِکُمْ مَالَمْ یَعْجَلْ (صحیح ابو داوٗد : ٢٣٣٤ ، ترمذی الدعوات باب ماجاء فیمن یستعجل فی دعائہ)

[''تمہارے ایک کی دعا قبول ہوتی ہے، جب تک وہ جلدی نہ کرے۔'']

پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

اسْتَجِيبُوا لِرَبِّكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهُ مِنَ اللَّهِ (الشوریٰ)

[''اپنے رب کا حکم قبول کرو، اس سے پہلے کہ اللہ کی جانب سے وہ دن آجائے، جس کا ہٹ جانا ناممکن ہے۔'']

نیز فرمان ہے :

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (١٨٦) (البقرۃ)

[''میں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں، لوگوں کو چاہیے میری بات مان لیں اور مجھ پر ایمان رکھیں، تاکہ وہ بھلائی پائیں۔'']

آپ نے لکھا ہے : ''سماع موتی کا عقیدہ رکھنے سے درج بالا قرآنی آیات کا انکار ہو جائے گا۔'' تو محترم ٹھنڈے دل سے درج بالا قرآنی آیات کریمہ کو ایک دفعہ پھر غور سے پڑھیں، ان کے کسی ایک لفظ میں بھی سماع موتی کی نفی نہیں۔ صرف اتنی بات ہے : إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ اور وَمَا أَنتَ بِمُسْمِعٍ مَّن فِي الْقُبُورِ جس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کے اسماع موتی (مردوں کو سنانے) کی نفی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ درج بالا آیات سے ایک آیت کریمہ میں آیا ہے : إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، سنا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اسماع موتی کا اثبات ہے، جن مردوں کو اللہ تعالیٰ چاہے سنا دے، اگر وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہ سنیں تو اللہ تعالیٰ کا سنانا چہ معنی دارد؟ تو جو لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ بعض موتی بعض اوقات بعض چیزیں اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن لیتے ہیں، جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں مذکور ہوا تو ایسے لوگ نہ قرآنِ مجید کی کسی آیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی کسی حدیث کا۔ البتہ جو لوگ یہ نظریہ اپنائے ہوئے ہیں کہ کوئی مردہ کسی وقت بھی کوئی چیز نہیں سنتا، حتی کہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے بھی نہیں سنتا تو انہیں غور فرمانا چاہیے کہیں آیت : إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ اور احادیث خفق نعال اور احادیث قلیب بدر کا انکار تو نہیں کر رہے؟

ہو سکتا ہے کہ آپ میری اس سابقہ تحریر کے پیش نظر سمجھنا شروع کر دیں کہ یہ بھی سماع موتی کا قائل ہے۔ اس لیے کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے عقیدے کی وضاحت ضروری سمجھتا ہو تو میرا یہ عقیدہ ہے کہ اصول، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتی نہیں سنتے، موتی تو موتی ہیں نوام سوئے ہوئے نہیں سنتے۔ البتہ اس اصول، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے خفق نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں بیان ہوا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان : إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَن يَشَاءُ اس پر دلالت کر رہا ہے۔ اب کے ان چند مستثنیٰ صورتوں کو لے کر کوئی شخص مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (موتی نہیں سنتے۔) کو تسلیم نہ کرے تو اس کا اس کو حق حاصل نہیں۔ دو مثالوں سے اس کی توضیح کی جاتی ہے :

(1) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ احیاء و زندہ سنتے ہیں، مگر چند صورتیں اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں مثلاً بہرے ہیں تو زندہ مگر سنتے نہیں۔ اب ان بہروں کو سامنے رکھ کر کوئی مذکورہ بالا اصول، قاعدے اور قانون (احیاء و زندہ سنتے ہیں) کو تسلیم نہ کرے تو وہ حق بجانب نہیں ہوگا۔

(۲) اصول، قاعدہ اور قانون ہے کہ جو فوت ہو جاتے ہیں، واپس دنیا میں نہیں آتے۔ البتہ چند جزئیات اس اصول، قاعدہ اور قانون سے مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً مار علی قریۃ (ایک بستی پر گزرنے والے) کو اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت کیے رکھا، بعد میں زندہ فرما دیا۔

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (٢٥٩) (البقرۃ)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھ آدمیوں کو لے کر گئے اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت فرما دیا۔ بعد میں زندہ کر دیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِّن م بَعْدِ مَوْتِكُمْ   الآیہ اسی طرح ہزاروں کی تعداد میں لوگ موت کے ڈر سے اپنے گھر چھوڑ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کر دیا، پھر زندہ فرمادیا۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ ﴿٢٤٣﴾ (البقرة) الآیۃ

پھر صحیح بخاری میں ہے دجال ایک مؤمن کو قتل کرڈالے گا، بعد میں زندہ کردے گا وہ مومن کہے گا مجھے پہلے سے بھی زیادہ یقین ہوگیا ہے کہ تو دجال ہے [صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب لایدخل الدجال المدینۃ] تواب ان چند جزئیات کو لے کر کوئی شخص قانون، قاعدہ اور اصول کہ فوت شدہ زندہ ہوکر دنیا میں واپس نہیں آتے، کا انکار کردے تواس چیز کا اس کو حق نہیں پہنچتا۔

امید ہے ان دو مثالوں کو سامنے رکھ کر سماع موتی والا مسئلہ آپ بخوبی سمجھ گئے ہوں گے کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے، لیکن اس اصول ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے کچھ صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ مثلاً میت کا قرع نعال کو سننا اور قلیب بدر والوں کا اس موقع پر رسول اللہa کی بات کو سننا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سنانے سے ہے، اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآئُ (سورۂ فاطر:۲۲) ''للہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے۔'' اب ان چند مستثنیٰ جزئیات سے اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون کہ موتی فوت شدگان نہیں سنتے ہرگز نہیں بدلتا۔

6۔ آپ لکھتے ہیں: ''میں نے (نبی ﷺ) نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہوجاؤں ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر کا کچھ حصہ باقی ہے۔'' الخ معلوم ہوتا ہے آپ اس سے یہ کشید کرنا چاہتے ہیں کہ آپ ﷺ تکمیل عمر اور وفات کے بعد مدینہ منورہ والی قبر میں زندہ نہیں تو اس پر کلام بعد میں آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ البتہ سردست فی الحال اتنی بات تو آپ نے تسلیم فرمالی کہ تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کا ایک مقام اور ایک گھر ہے تو آپ نے تکمیل عمر اور وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو تسلیم فرمالیا۔ مزید سنیے یہی حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جس کا آخری حصہ آپ نے نقل فرمایا جس میں رسول اللہ ﷺ کے گھر کا تذکرہ ہے اور باقی ساری حدیث چھوڑ دی، حالانکہ قبر اور برزخ کے موضوع میں صرف رسول اللہ ﷺ ہی زیر بحث نہیں آتے، بلکہ تمام قبروں والے انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے لے کر ادنی ایمان والے حتی کہ کفار بھی زیر بحث آتے ہیں تو غور فرمائیں۔ اسی صحیح بخاری کی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں مندرجہ ذیل رجال واشخاص کا تذکرہ ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

(۱) کذاب... اس کی دونوں شدقوں... ورا چھوں... کو گدی تک لوہے کے کلوب کے ساتھ چیرا جارہا ہے اور جبریل ومیکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((فَیُصْنَعُ بِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) ''قیامت کے دن تک اس کو یہی سزادی جائے گی۔''

(۲) رات کے وقت قرآنِ مجید کی تلاوت نہ کرنے والا اور دن کے وقت قرآنِ مجید پر عمل نہ کرنے والا قرآنِ مجید کا عالم... پتھر کے ساتھ اس کا سر کچلا جارہا ہے۔ جبریل ومیکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((یُفْعَلُ بِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزادی جائے گی۔''

(۳) زنا کرنے والے اور زنا کرنے والیاں... ان کو تنور نما گڑھے میں تیز وتند آگ میں جلایا جارہا ہے۔ جبریل ومیکابل علیہما السلام نے فرمایا: ((یُفْعَلُ بِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزادی جائے گی۔''

(۴) سودخور... خون کے دریا میں ہے، باہر نکلنے کی کوشش کرتا ہے کنارے کے قریب آتا ہے تو اس کے منہ پہ پتھر دے مارا جاتا ہے۔ اور نکلنے نہیں دیا جاتا۔ جبریل ومیکائیل علیہما السلام نے فرمایا: ((یُفْعَلُ بِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) ''قیامت کے دن تک ان کو یہی سزادی جائے گی۔'' یاد رہے جبریل ومیکائیل کے لفظ زانی اور سودخوار کے متعلق ((یُفْعَلُ بِھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ)) صحیح بخاری جلد اول، ص:۱۸۵ پر نہیں کسی اور مقام پر ہیں۔

(۵) ایک عظیم درخت کے نیچے اس کی اصل میں ابراہیم علیہ السلام اور اس کے آس پاس اردگرد لوگوں کے بچے۔

(۶) اس عظیم درخت کے قریب آگ جلانے والا مالک خازنِ نار۔

(۷) جبریل و میکائیل علیہما السلام رسول اللہ ﷺ کو لے کر اس عظیم درخت پر چڑھ گئے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو ایک بہترین اور خوبصورت گھر میں داخل فرمایا۔ اس جیسا خوبصورت گھر آپ ﷺ نے کبھی نہ دیکھا، اس گھر میں بوڑھے، جوان، عورتیں اور بچے ہیں۔ یہ گھر عام ایمان والوں کا گھر ہے۔

(۸) پھر رسول اللہ ﷺ کو اس پہلے گھر سے بھی اوپر ایک اور گھر دکھایا اور اس میں داخل فرمایا جو پہلے گھر سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ فضیلت والا ہے۔ یہ شہداء کا گھر ہے۔

اس ساری حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نیک ہو، خواہ بد۔ تکمیل عمر اور وفات کے بعد اسے ایک مقام و گھر ملتا ہے۔ نیک ہے تو اچھا گھر اور بد ہے تو برا گھر اور واضح رہنے یہ بھی ایک قسم کی زندگی ہے، ورنہ نیک کو ثواب بتفاوت درجات اور بد کو عذاب باختلاف درکات چہ معنی دارد؟

آپ لکھتے ہیں: ''بقول آپ کے نبی ﷺ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں، لیکن بخاری ... الخ'' ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ والے اس واقعہ سے آپ نکال رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبر میں زندہ نہیں۔ حالانکہ اس واقعہ سے یہ بات نہیں نکلتی، کیونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ، خطبہ کے اندر:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران)

[''محمد ﷺ صرف رسول ہی ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں، کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے؟''] اور

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ (۳۰) (الزمر)

[''یقیناً آپ کو بھی موت آئے گی اور یہ سب بھی مرنے والے ہیں۔''] کی تلاوت اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمانا: "أَيْقَنْتُ أَنَّهُ قَدْ مَاتَ" "مجھے یقین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ یہ سب باتیں اس وقت کی ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ فوت تو ہو چکے تھے، مگر ابھی قبر میں دفن نہیں کیے گئے تھے۔ جس کا صاف اور سیدھا مطلب ہے کہ ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ e کا اس موقع پر اجماع و اتفاق ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی موت آپ ﷺ کی دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر اجماع و اتفاق تھا، کیونکہ قبر میں تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہی نہیں کیے گئے تھے۔ پھر اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو آیات تلاوت فرمائیں وہ رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کی نفی پر تلاوت فرمائیں تو اس واقعہ سے یا ان آیات سے قبر والی زندگی کی نفی نکالنا درست نہیں۔ پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی درج بالا حدیث سے قبر و برزخ والی زندگی ثابت ہو چکی ہے۔

آپ مزید لکھتے ہیں: ''جب سارے صحابہ e کا اجماع ہو گیا کہ نبی کو موت آ چکی ہے اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے۔ تو نبی کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو زندہ در گور کر دیا۔''

صاحب تحریر نے صحابہ کرام e کا جہاں کہیں ان کی تحریر میں ذکر آیا انہوں نے (رض) ہی لکھا ہے۔ رضی اللہ عنہم والے لفظ نہیں لکھے۔ ہم نے ان کی عبارت کو من و عن نقل کیا ہے۔ امید ہے جناب محسوس نہیں فرمائیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع والی بات تو پہلے لکھی جا چکی ہے کہ اس وقت ابھی رسول اللہ ﷺ قبر میں داخل ہی نہیں کیے گئے تھے، پھر وہ اجماع رسول اللہ ﷺ کی موت اور دنیاوی زندگی کے ختم ہونے پر تھا۔ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثواب و عذاب قبر کے معتقد اور قائل تھے، عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ رسول اللہ a خود عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ نیز آپ ﷺ نے عذابِ قبر سے پناہ مانگنے کا حکم دے رکھا ہے تو ثواب و عذاب قبر و برزخ سے ثابت ہوتا ہے کہ قبر و برزخ میں بھی ایک زندگی ہے چاہے وہ دنیاوی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی بنسبت موت ہی ہے۔ لہٰذا آپ کا لکھنا: ''کیا آپ صحابہؓ پر الزام لگانا چاہتے ہیں کہ انہوں نے رسول ﷺ کو زندہ در گور کر دیا۔'' خواہ مخواہ ہے۔ ہاں قبر میں دنیاوی زندگی کا عقیدہ رکھنے والوں کے بارے میں آپ کی یہ بات کچھ نہ کچھ وزن رکھتی ہے۔

رہا آپ کا فرمان : ''اور قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ بھی نہیں کیے جائیں گے ۔ ''اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں کیے جائیں گے تو درست ہے ، اگر بایں معنی ہے کہ قیامت سے پہلے قبر و برزخ والی زندگی کے ساتھ زندہ نہیں تو یہ نہ قرآنِ مجید ہے ، نہ ہی رسول اللہ a کی حدیث ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک بھی صحابی b کا عقیدہ ہے ۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس پر اجماع کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ اس لیے آپ کا فرمانا : ''تو آپ ﷺ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر قرآن و حدیث کا کفر کیوں کرتے ہیں ؟ کیا آپ صحابہ رضی اللہ عنہم ...الخ'' سراسر زیادتی ہے ، جس کا قطعاً آپ کو حق نہیں پہنچتا ۔

ہاں ! اگر آپ قرآنِ مجید کی کوئی آیت ، رسول اللہ a کی کوئی صحیح حدیث اور کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا کوئی ایک ہی قول پیش فرماتے ۔ جس میں یہ چیز ہوتی کہ اصحابِ قبور یا اصحابِ برزخ قبر و برزخ میں قبر و برزخ والی زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں تو پھر آپ اپنی اوپر والی بات میں کسی حد تک حق پر تصور کیے جا سکتے تھے ۔ جبکہ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی سابقہ حدیث میں برزخ و قبر کی زندگی ثابت ہو چکی ہے ، ورنہ اس میں مذکور ثواب و عذاب بے معنی ہو کر رہ جائیں گے ۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ (٩٣) (الانعام)

[''اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو ۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی ۔ ''] الآیۃ ۔
نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (٤٦) (المومن)

[''آگ ہے جس پر ہر صبح شام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہو گی (فرمان ہو گا) فرعونیوں کو سخت ترین عذاب میں ڈالو ۔ ''] اس آیت کریمہ میں الفاظ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ الخ دلالت کر رہے ہیں کہ فرعونیوں کا صبح و شام آگ پر پیش کیا جانا قیامِ قیامت سے پہلے ہے اور واضح ہے وہ پہلے والا عالم عالمِ قبر و برزخ ہی ہے ۔ عالمِ دنیا نہیں ہے ۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ (٢٧) (ابراہیم)

''ایمان والوں کو اللہ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی نا انصاف لوگوں کو اللہ بہکا دیتا ہے اور اللہ جو چاہے کر گزرے ۔ ''] قبر کے بارے میں ہے ۔ (جلد اول ، کتاب الجنائز ، باب ماجاء فی عذاب القبر الخ ، ص : ۱۸۳) امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس باب میں ثواب و عذاب قبر و برزخ کے بارے میں اور بھی احادیث ذکر فرمائی ہیں ، ان میں سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ ہیں : ((فَقَالَ : نَعَمْ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ)) پھر ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : ((فَمَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً إِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔)) اب مقام غور ہے کہ قبر و برزخ والی زندگی کا انکار کر کے قرآن و حدیث کے ساتھ کفر کون کر رہا ہے ؟

7 ۔ آپ نے لکھا : ''آپ کے پاس تیسری زندگی کا کیا ثبوت ہے ؟ ''تو محترم یہ تیسری کا لفظ بول کر آپ رنگ بھر رہے ہیں ۔ یہ بندۂ فقیر إلی اللہ الغنی ثواب و عذابِ قبر و برزخ والی آیات و احادیث ذکر کر کے ثابت کر چکا ہے کہ قبر و برزخ میں قبر و برزخ والی زندگی ہے ، ورنہ ثواب و عذاب قبر و برزخ بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں ۔ باقی آیات کریمہ میں ایک موت انسان کے پیدا ہونے سے پہلے اور دوسری موت دنیاوی زندگی کے اختتام پر ۔ ایک زندگی دنیا والی اور دوسری زندگی قبروں سے اٹھنے کے بعد والی کا تذکرہ ہے ۔ ان میں قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں ہے ۔ پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قبر و برزخ والی زندگی دنیاوی زندگی اور قبروں سے اٹھنے کے بعد والی اخروی زندگی کی بنسبت موت ہی ہے ۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

وَمَا هَٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهْوٌ وَلَعِبٌ ۚ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (٦٤) (العنکبوت)

[''اور دنیا کی زندگی محض کھیل تماشا ہے۔ البتہ آخرت کے گھر کی زندگی ہی حقیقی زندگی ہے۔''] اور یقینا دارِ آخرت ہی زندگی ہے، اب اس میں حیاتِ دنیا کے زندگی ہونے کی نفی کر دی گئی ہے، مگر بنسبت حیات آخرت ورنہ حیات دنیا زندگی ہے جیسا کہ وَمَا هٰذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا الخ سے ثابت ہو رہا ہے۔

رہی سورۂ نحل والی آیت ''أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ'' الخ میں بھی دنیاوی زندگی کی نفی ہے۔ قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں۔ یہ نہیں فرمایا:

أَمْوَاتٌ فِي الْقُبُورِ غَيْرُ أَحْيَاءٍ فِيهَا اور ما يُفِيدُ مَفَادُهَا باقی رہا اللہ تعالیٰ کا فرمان: وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ خاص شعور وقت بعث کی نفی ہے ہمہ قسم کے شعور کی نفی نہیں۔ اگر اس سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نکالی جائے تو لازم آئے گا دنیا والی زندگی کی بالکلیہ نفی ہو جائے، کیونکہ دنیاوی زندگی رکھنے والوں کو بھی کوئی شعور نہیں۔ وہ کب اٹھائے جائیں گے تو دنیاوی زندگی والے دنیاوی موت سے پہلے ہی دنیاوی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے تو ظاہر ہے کہ یہ لازم تو محال ہے تو ثابت ہوا: وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ سے قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی۔

8۔ آپ لکھتے ہیں: ''حدیث کے مطابق شہداء کی روحوں کو قبض ہونے کے بعد شہداء کی فرمائش کے باوجود دنیا میں نہیں لوٹایا گیا۔'' تو محترم دنیا میں لوٹانے کی بات اس مقام پر نہیں ہو رہی۔ بات یہ ہو رہی ہے کہ اصحابِ قبور کی قبر و برزخ میں دنیا والی زندگی ہے تو اس حدیث سے شہداء کو دنیا والی زندگی ملنے کی نفی نکلتی ہے۔ جس کے ہم بھی بفضل اللہ تعالیٰ و توفیقہ قائل و معتقد ہیں اور اس حدیث سے شہداء کی قبر و برزخ والی زندگی کی نفی نہیں نکلتی جو آپ اس سے خواہ مخواہ کشید کر رہے ہیں۔ پھر آپ فرماتے ہیں: ''دنیا میں نہیں لوٹایا گیا۔'' جبکہ آپ قبر و برزخ والی زندگی پر کلام فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ پہلے لکھ چکے ہیں: بقول آپ کے ''نبیؐ مدینہ والی قبر میں زندہ ہیں۔'' نیز لکھ چکے ہیں: ''آپ نبیؐ کو مدینہ والی قبر میں زندہ کہہ کر... الخ۔'' تو برائے مہربانی آپ کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش فرمائیں جس میں یہ ہو کہ قبروں والے قبروں میں قبر والی زندگی کے ساتھ بھی زندہ نہیں دنیا میں کسی کے نہ لوٹانے والی احادیث یا آیات سے یہ بات نہیں نکلتی۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں قیامت کے دن سے پہلے عمر کی تکمیل اور وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے گھر کا تذکرہ نیز شہداء اور عام مومنین کے گھروں کا تذکرہ گزر چکا ہے۔ پھر قیامت کے دن سے پہلے کذاب، زانی، سود خور اور عالم بے عمل کی سزاؤں کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ تو ثابت ہوا دنیاوی زندگی ختم ہو جانے کے بعد قیامت کو مردوں کے قبروں سے اٹھنے سے پہلے بھی ایک زندگی ہے، جس میں ثواب و عذاب ہے۔

پھر شہداء کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید اور فرقانِ حمید میں فرماتے ہیں:

وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (١٥٤) (البقرة)

[''اور اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔''] نیز فرماتے ہیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (١٦٩) فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (١٧٠) يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (١٧١) الایات (آل عمران)

[''جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس، روزیاں دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل جو انہیں دے رکھا ہے اس سے بہت خوش ہیں۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں ان لوگوں کی بابت جو اب تک ان سے نہیں ملے ان کے پیچھے ہیں اس پر کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ غمگین ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور بے شک اللہ مومنوں کے اجر برباد نہیں کرتا۔'']۔ تو یہ آیات شہداء کے قتل و شہید ہو جانے کے بعد ان کے زندہ ہونے میں صریح نص ہیں۔ ''بَلْ أَحْيَاءٌ'' اور بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ کے الفاظ واضح طور پر ان کی اس زندگی پر دلالت کر رہے ہیں، جس کے انکار کی کوئی مجال نہیں۔

نیز صحیح مسلم جلد دوم کی جس حدیث کا آپ حوالہ دے رہے ہیں، اس کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے مسروق تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "سَأَلْنَا عَبْدَ اللَّهِ عَنْ هٰذِهِ الْآيَةِ: وَلَا تَحْسَبَنَّ

الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ قَالَ أَمَا إِنَّا سَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ "

(مسلم كتاب الإمارة باب بيان أن أرواح الشهداء في الجنة)

[''ہم نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا تو عبداللہ نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''ان کی روحیں سبز رنگ پرندوں کے قالب میں ہیں۔ عرش کی قندیلیں ان کے لیے ہیں۔ ساری جنت میں جہاں چاہیں چریں چگیں اوران قندیلوں میں آرام کریں۔ ان کی طرف، ان کے رب نے ایک مرتبہ نظر کی اور دریافت فرمایا کچھ اور چاہتے ہو کہنے لگے۔ اے اللہ!اور کیا مانگیں ساری جنت میں سے جہاں کہیں سے چاہیں کھائیں پئیں اختیار ہے پھر کیا طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے پھر یہی پوچھا۔ تیسری مرتبہ یہی سوال کیا جب انہوں نے دیکھا کہ بغیر کچھ مانگے چارہ ہی نہیں تو کہنے لگے: اے رب! ہم چاہتے ہیں کہ تو ہماری روحوں کو جسموں کی طرف لوٹا دے۔ ہم پھر دنیا میں جا کر تیری راہ میں جہاد کریں اور مارے جائیں۔ اب معلوم ہوگیا کہ انہیں کسی اور چیز کی حاجت نہیں تو ان سے پوچھنا چھوڑ دیا کہ کیا چاہتے ہو؟ (مسلم، کتاب الإمارة، باب فضل الشهادة في سبيل الله) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں اور اللہ کے ہاں بہتری پاتے ہیں وہ ہرگز دنیا میں آنا پسند نہیں کرتے، مگر شہید کہ وہ تمنا کرتا ہے کہ دنیا میں دوبارہ لوٹایا جائے اور دوبارہ اللہ کی راہ میں شہید ہو، کیونکہ شہادت کے درجات کو وہ دیکھ رہا ہے۔'' 1لخ پھر شہداء کی فرمائش بھی اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ ان میں زندگی ہے، جس کی بنیاد پر وہ فرمائش کر رہے ہیں۔ نیز ان میں شعور بھی ہے، جبکہ آپ انہیں بھی بے شعور بنا رہے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں۔'' تو محترم عرض کروں گا تصور میں تو قرآنِ مجید نے تین واقعات بیان فرمادیئے ہیں، جن میں موت کے بعد روح ان میں لوٹائی گئی اور فوت ہونے والے زندہ ہو کر دنیا میں بھی آئے۔ (۱) ایک بستی بے آباد پر گزرنے والے جنہیں اللہ تعالیٰ نے سو سال فوت رکھنے کے بعد زندہ فرمایا۔ (۲) موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی جن کو مار ڈالنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور اٹھایا۔ (۳) ہزاروں کی تعداد موت کے ڈر سے بستی چھوڑ گئے انہیں اللہ تعالیٰ نے مارنے کے بعد زندہ فرمادیا۔ اب غور فرمائیں قرآنِ مجید میں موت کے بعد روح لوٹانے کا تصور ہے یا نہیں؟ پہلے وضاحت کر چکا ہوں کہ اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون یہی ہے کہ موت اور دنیاوی زندگی ختم ہونے کے بعد دنیاوی زندگی کسی کو نہیں ملتی، مگر اس اصول، ضابطہ، قاعدہ اور قانون سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جیسے مذکورہ بالا تین صورتیں۔

پھر غور فرمائیں فوت شدگان جب قبروں سے اٹھیں گے، اس وقت تو روحیں ان میں لوٹائی جائیں گی۔ جس میں کسی بھی مسلم کو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں، جبکہ آپ کے الفاظ:'' اسی طرح قرآن میں بھی موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا کوئی تصور نہیں۔'' اپنے عموم و اطلاق کے لحاظ سے حشر و نشر کے موقع پر روحیں لوٹانے کی بھی نفی فرما رہے ہیں۔

بہر حال جنابِ محترم سے بڑی ہی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ قرآنِ مجید کی وہ آیت کریمہ درج فرمائیں جس میں ہو: ''موت کے بعد روح لوٹائے جانے کا تصور نہیں۔'' یا ''موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جاتی۔'' یا ''موت کے بعد روح نہیں لوٹائی جائے گی۔'' بہر کیف ایسی کوئی ایک آیت درج فرمادیں، جس میں موت کے بعد روح لوٹائے جانے کی نفی ہو۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔

نیز آپ لکھتے ہیں: ''قرآن ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور ہونے کا تصور پیش کرتا ہے۔'' تو محترم پہلے لکھ چکا ہوں کہ: وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ (النحل: ۲۱)[''اور انہیں شعور نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔''] خاص شعور کی نفی ہے کہ انہیں اپنے اٹھائے جانے کے وقت کا شعور نہیں۔ اس سے ''مردہ ہونے کے بعد شعور ہونے'' کو اخذ کرنا درست نہیں۔ کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں نکلتی۔ پھر پہلے کتاب وسنت کے دلائل سے ثابت کیا گیا کہ موت کے بعد قبر و برزخ میں ثواب و عذاب ہے، زندگی ہے، علم و شعور ہے، بلکہ بعض مواقع پر بعض چیزوں کا سماع بھی ہے۔ جیسے قرع نعال اور قلیب بدر والی احادیث میں گزرا۔ پھر قلیب بدر والی حدیث میں ہے: "إِنَّهُمْ لَيَعْلَمُونَ" پھر سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی قبر و برزخ کی زندگی اور وہاں والوں کے شعور پر دلالت کر رہی ہے۔ پھر آیت:

قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ (٩٩) لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (١٠٠) (المؤمنون)

[''کہتا ہے: اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جا کر نیک اعمال کروں۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا یہ تو صرف ایک قول ہے، جس کا یہ قائل ہے ان

کے پیچھے ایک پردہ ہے ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک۔'']

بہرکیف آپ کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ آیت ضرور پیش فرمائیں، جس میں : ''ہر انسان کو مردہ ہونے کے بعد بے شعور قرار دیا گیا ہے۔'' بڑی مہربانی ہوگی۔ یہ کام پہلی فرصت میں کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

9۔ آپ لکھتے ہیں : ''کسی تعویذ پہننے والے سے پوچھیں کہ اسے آپ نے کیوں پہنا ہے؟ تو وہ بتاتا ہے کہ اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ تعویذ غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے۔'' جنابِ محترم غور فرمائیں کسی نے کسی عورت سے شادی کرلی اور کسی بیماری وتکلیف کے لیے کسی ڈاکٹر یا طبیب سے کوئی دوائی لے لی۔ اب اس سے پوچھیں آپ نے شادی کیوں کی؟ دوائی کیوں لی؟ تو وہ جواب دے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف و بیماری دور ہوگی۔ مجھے شفاء ملے گی اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ شادی اور دوائی غائبانہ طور پر میری مدد کرے گی۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اپنے گھر میں رکھے اور ہاتھ میں لیے پھرتا ہے؟ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الٰہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھونپ رہے ہیں ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ   الاية (الحجرات)

[''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو۔ یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں۔''] پھر اللہ تعالیٰ کا ہی فرمان ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (٦) (الحجرات)

[''اے ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو تم اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔'']

پھر کسی نے کسی سے دم کروایا یا دم کرنے والے نے قرآنِ مجید کی کوئی سورت یا آیت یا رسول اللہ ﷺ کی سکھائی ہوئی دعاء پڑھ کر دم کیا، اب دم کروانے والے سے پوچھیں آپ نے دم کیوں کروایا؟ تو وہ یہی کہے گا اس سے مجھے اولاد ملے گی، تکلیف دور ہوگی، اس کا پورا ایمان اس طرف ہوتا ہے کہ اب یہ دم غائبانہ طور پر میری مدد کرے گا۔ اس طرح وہ اپنا الٰہ اس دم کو سمجھے پھرتا ہے۔ آپ جناب کا کیا خیال ہے ایسے انسان نے شرک کیا یا نہ؟ جبکہ یہ الٰہ والی بات آپ یا ہم اس کے سر تھوپ رہے ہیں۔ ہمیں اس کے اس سلسلہ میں عقیدے کا کچھ علم نہیں۔

یہ بھی عجیب بات ہے ایک انسان شہد کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ [النحل : ٦٩] [''اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔''] اسی طرح قرآنِ مجید کو شفاء سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ [بنی اسرائیل : ٨٢] [''یہ قرآن جو ہم نازل کررہے ہیں مومنوں کے لیے تو شفاء اور رحمت ہے۔''] قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ [حٰم السجدة : ٤٤] [''آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایمان والوں کے لیے ہدایت و شفاء ہے۔''] آپ اسے الٰہ بنانے والا گردانا شروع کردیتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ قرآنِ مجید اور حدیث دم کی صورت میں الٰہ نہیں بنتے۔ تو کاغذ میں لکھنے سے کیونکر الٰہ بن گئے؟ شہد اور دیگر ادویہ میں کوئی شفاء سمجھے تو وہ الٰہ نہیں بنتے تو کاغذ میں لکھے ہوئے قرآنِ مجید میں شفاء سمجھے تو وہ کیسے الٰہ بن گیا؟

پھر کتاب وسنت کا تعویذ کرنے والے اور کروانے والے سبھی تعویذ میں لکھے ہوئے کلمات و کلام کو شفاء دینے والا سمجھتے ہیں ان میں سے کوئی بھی کاغذ یا چمڑے کو شفاء دینے والا بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ وہ اس کو الٰہ سمجھے یا گردانے لہٰذا کتاب وسنت کے تعویذ باندھنے یا لٹکانے کے متعلق آپ کا لکھنا : ''اس طرح اپنا الٰہ اپنے گلے میں لٹکائے پھرتا ہے۔'' سراسر بے بنیاد ہے۔

رہی مسند امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ والی حدیث جس کا ایک ٹکڑا آپ نے نقل فرمایا تو وہ پوری کی پوری مندرجہ ذیل ہے :

قال الإمام أحمد : ''ثنا عبدالصمد بن عبد الوارث ثنا عبدالعزیز بن مسلم ثنا یزید بن أبی منصور عن دخین الحجری عن عقبة بن عامر الجھنی أن رسول اللّٰہ ﷺ أقبل إلیه رهط ، فبایع تسعة وأمسک عن واحد ، فقالوا : یارسول اللّٰہ بایعت تسعة وترکت هذا قال : إن علیه تمیمة فأدخل یده ، فقطعها ، فبایعه ، وقال : من علق تمیمة فقد أشرک" (مسند أحمد : ۴ ۱۵۶)

[''بے شک رسول اللہ ﷺ کے پاس (۱۰) دس آدمی آئے آپ نے (۹) نو کی بیعت کی اور ایک کی بیعت نہ کی۔ تو انہوں نے کہا : آپؐ نے (۹) سے بیعت لی اور اس کو چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا : ''اس پر تمیمہ ہے۔ ''آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ داخل کیا اور اس کو کاٹ دیا۔ پھر اس سے بیعت لی۔ اور فرمایا : ''جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا۔'']

پوری حدیث پڑھ جائیے آپ کو اس میں کہیں بھی لفظ تعویذ نظر نہیں آئے گا۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ کا فرمان : «مَنۡ عَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدۡ أَشۡرَکَ» جس نے تمیمہ لٹکایا بلاشبہ اس نے شرک کیا۔ ''اس میں موجود ہے۔ اب قابل غور چیز یہ ہے کہ تمیمہ کیا ہے؟ جس کے لٹکانے کو رسول اللہ ﷺ نے شرک قرار دیا تو محترم سنیں مشہور و معروف لغت دان مجد الدین فیرز آبادی القاموس المحیط میں لکھتے ہیں : "والتمیم التام الخلق ، والشدید ، وجمع تمیمة کالتمائم لخرزة رقطاء تنظم فی السیر ، ثم یعقد فی العنق" توجناب من! تمیمہ کا لفظ دھاری دار کرزہ ومنکہ جو چمڑے کی تندی میں پرو لیا جاتا ، پھر گردن میں باندھ دیا جاتا ہے پر بولا جاتا ہے تو رسول اللہ ﷺ اس قسم کے خرزات و منکوں ، کوڈوں اور گھک منکوں کے لٹکانے کو شرک قرار دے رہے ہیں نہ کہ کاغذوں یا چمڑوں میں لکھے ہوئے کتاب و سنت کے کلمات لٹکانے کو۔

شاید آپ میری اس ساری بات چیت سے نتیجہ اخذ کرلیں یہ تو تعویذ کا قائل ہوگیا ہے تو محترم دو ٹوک الفاظ میں اپنا عقیدہ لکھ دیتا ہوں تاکہ آپ میرے متعلق کسی بدگمانی میں مبتلا نہ ہوجائیں تو سنیں : ''تعویذ کرنا کروانا یا لٹکانا لٹکوانا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں۔'' یہ ہے میرا عقیدہ اور وہ تھا آپ کی باتوں کا جواب۔ غفرلنا اللہ العزیز الوہاب۔

10۔ آپ لکھتے ہیں : ''اے نبیؐ! اعلان فرمادیجئے کہ اگر میں نے تم لوگوں سے اس دین پر معاوضہ مانگا تو وہ تمہارا ہی رہا میرا اصلہ اور مزدوری تو اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ ''آیت نمبر : ۴۷ سورۃ السبا کا ترجمہ۔ آپ کا کلام ختم ہوا۔

سورۂ سبا کی محولہ بالا آیت کریمہ نقل کیے دیتا ہوں تاکہ آپ اس کے الفاظ کو سامنے رکھ کر اپنے ترجمہ کا جائزہ لے سکیں تو یہ آیت کریمہ اس طرح ہے :

قُلۡ مَا سَأَلۡتُكُم مِّنۡ أَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ ۖ إِنۡ أَجۡرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٍ شَهِيدٌ (٤٧) (سورۃ السبا)

پھر اس آیت کریمہ کے لوگوں سے اور بالخصوص ایمان والوں سے اجرت صلہ ، مزدوری اور معاوضہ لینے کی نفی نہیں صرف اس کے طلب کرنے کی نفی ہے۔ دیکھئے سورہ فرقان میں ہے :

قُلۡ مَا أَسۡأَلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٍ إِلَّا مَن شَاءَ أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا (٥٧) (الفرقان)

[''کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا ، مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔''] پھر مالِ فے میں رسول اللہ a کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنۡ أَهۡلِ الۡقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الۡقُرۡبَىٰ الایۃ (الحشر)

[''بستیوں والوں کا جو (مال) اللہ تعالیٰ تمہارے لڑے بھڑے بغیر اپنے رسول کے ہاتھ لگائے وہ اللہ کا ہے اور رسول کا قرابت والوں کا اور یتیموں ، مسکینوں کا اور مسافروں کا ہے ، تاکہ تمہارے دولت مندوں کے ہاتھ میں ہی یہ مال گردش کرتا نہ رہ جائے اور تمہیں جو کچھ رسول دے اسے لے لو اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'']۔ نیز مالِ غنیمت کے خمس سے پانچواں حصہ رسول اللہ a کے لیے مختص ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

وَاعۡلَمُوا أَنَّمَا غَنِمۡتُم مِّن شَيۡءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الۡقُرۡبَىٰ الآیۃ (الانفال)

[''جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔'']۔ وفد عبدالقیس والی حدیث میں ہے : "وَأَنْ تُعْطُوا خُمُسَ مَا غَنِمْتُمْ " [''وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : ''میں تمہیں چار باتوں کا حکم دیتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں۔''] میں تمہیں اللہ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں کیا تم جانتے ہو اللہ پر ایمان لانا کیسا ہے ؟ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا، زکوٰۃ دینا اور غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرنا، پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔

اور چار برتنوں سے منع کیا۔ سبز مرتبان سے اور کدو کے بنائے ہوئے برتن سے اور روغنی برتن سے اور لکڑی کے کھودے ہوئے برتن سے۔ (ان برتنوں کا استعمال شراب میں ہوتا تھا، جب شراب حرام ہوئی تو چند روز تک آپؐ نے ان برتنوں کے استعمال کی بھی ممانعت فرمادی۔) (بخاری کتاب فضائل أصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب الاباب أبی بکر، مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل أبی بکر الصدیق)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے : «وَإِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبَا بَكْرٍ» (بخاری کتاب الإیمان باب أداء الخمس من الإیمان ، مسلم کتاب الإیمان باب الامر بالإیمان باللہ) [''بلاشبہ تمام لوگوں سے زیادہ مجھ پر اپنی صحبت اور مال میں احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔''] تو قرآنِ مجید میں رسول اللہ a کے سوال، مطالبہ کرنے اور مانگنے کی نفی ہے۔ کما تقدم واللہ اعلم۔ آپ سے مؤدبانہ اور مخلصانہ گزارش ہے کہ آپ میری سابقہ معروضات کو تعصب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے غور سے پڑھیں اور بہ انصاف سوچیں ان شاء اللہ الحنان بہت فائدہ ہوگا۔

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 09 ص